موازنہ مذاہب

از

سیّدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد

خلیفۃ المسیح الثانی

موازنہ مذاہب

(سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی تقریر جو حضور نے ۹ / مارچ ۱۹۲۱ء کو مالیر کوٹلہ میں فرمائی)

تشہد۔ سورہ فاتحہ اور سورہ نُور کا رکوع پنجم تلاوت کرنے کے بعد فرمایا:۔

مذاہب میں اختلاف

مختلف مذاہب جو دنیا میں پائے جاتے ہیں ان کے دعاوی میں بھی اور اعمال میں بھی بہت فرق نظر آتا ہے۔ بڑے سے بڑا عقیدہ خدا کی ذات ہے لیکن اس عقیدے کے متعلق بھی اختلاف ہے۔ کوئی ایک خدا مانتا ہے کوئی دو کوئی تین۔ کچھ ہیں جو کہتے ہیں کہ ۳۳ کروڑ خدا ہیں۔ بعض ہر چیز کا جُدا جُدا خدا مانتے ہیں۔ یہ اتنا اہم مسئلہ ہے کہ اس پر تمام مذاہب کی بنیاد ہے۔ لیکن اس میں بھی تمام مذاہب کا اتفاق نہیں۔

صفاتِ الٰہی میں اختلاف

پھر صفاتِ الٰہی ہیں۔ ان میں بھی اختلاف ہے کوئی کہتے ہیں کہ ہر چیز بے محنت ملتی ہے۔ کوئی کہتے ہیں کہ عمل کے بغیر کچھ نہیں کوئی کہتے ہیں کہ گناہوں سے ہی یہ کارخانہ چل رہا ہے۔ کوئی کہتے ہیں کہ کچھ کرو خدا کا تعلق ہی کچھ نہیں کوئی کہتے ہیں کہ خدا ہے مگر گناہ نہیں معاف کر سکتا۔ ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ خدا کو جزئیات کا علم نہیں بڑی بڑی باتوں کا علم ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ اپنے ارادے سے کام نہیں کرتا جس طرح

مشین کام کرتی ہے اسی طرح خدا کرتا ہے۔ ایسے بھی انسان ہیں جو کہتے ہیں پیدا کرنے والا خدا نہیں چیزیں خود بخود پیدا ہوتی ہیں۔ کچھ اور ہیں جو کہتے ہیں کہ صحت خدا سے آتی ہے اور بیماری اور سے۔ یہ پارسی لوگ ہیں۔ اسی طرح وہ یہ کہتے ہیں کہ نیکی اور کی طرف سے آتی ہے اور بدی اور کی طرف سے۔

کلام الٰہی کے متعلق اختلاف

غرض صفات یا افعال الٰہی میں بھی اختلاف ہے۔ اسی طرح خدا کے کلام میں بھی اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں خدا کی طرف سے کلام آتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ جو انسان کے دل میں خیال آتا ہے وہ وحی ہے۔ اسی کے ماتحت رسالت بھی آجاتی ہے۔ رسولوں کے متعلق بھی اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ رسول محض چٹھی رساں ہوتے ہیں۔ ان کو چٹھی کے مضمون سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ گنہگار بھی ہوتے ہیں اور ان کی طرف عیب منسوب کرتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ ان کے وجود اور ہمارے وجود میں کوئی فرق نہیں اور بعض کہتے ہیں نعوذ باللہ وہ خدا ہی کا وجود ہو جاتے ہیں اور بشریت کی کمزوریوں سے بھی پاک ہو جاتے ہیں اور خدا کی صفات ان میں آجاتی ہیں۔ یہی حال کتابوں کے متعلق ہے۔ ان کے منکر بھی ہیں اور قائل بھی۔

فرشتوں کے متعلق اختلاف

پھر فرشتوں کے متعلق اختلاف ہے بعض کہتے ہیں وہ بھی گناہ کرتے اور سزا پاتے ہیں۔ بعض فرشتوں کو شہوانی خیالات میں ملوث کر کے کہتے ہیں کہ اب تک سزا پا رہے ہیں۔ بعض ان کو مجسم قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کی اور انسان کی زندگی میں کوئی فرق نہیں۔

بعث بعد الموت میں اختلاف

اسی طرح بعث بعد الموت کا عقیدہ ہے۔ بعض اس کے قائل ہیں بعض اس کے منکر۔ بعض کہتے ہیں کہ انسان کی روح ہمیشہ مختلف قالب اختیار کر کے اس دنیا میں آتی رہتی ہے بعض کہتے ہیں نہیں وہ پھر یہاں نہیں آتی۔ بعض کلیۃً اس کے منکر ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ انسان مر گیا بس مر گیا۔ اس کے بعد کچھ نہیں بعض کو اُٹھنے کی کیفیت میں اختلاف ہے۔ بعض دوزخ و جنت کو مادی مقامات خیال کرتے ہیں بعض رُوحانی۔

غرض مذاہب کی کوئی ایک بات بھی ایسی نہیں جس میں اختلاف نہ ہو۔ خدا کی ہستی سے لیکر جنت و دوزخ تک میں اختلاف ہے۔

دُنیا کے مذاہب

یہ غلط ہے جیسا کہ ہمارے ملک کے لوگ عموماً کہتے ہیں کہ مذہب صرف دو ہی ہیں ہندو اور اسلام۔ مذاہب کی اس قدر تعداد ہے کہ جن کا شمار نہیں۔ اگر ان سب کے حالات لکھے جائیں تو بہت بڑا کتب خانہ تیار ہو سکتا ہے۔ چنانچہ یورپ والوں نے مذاہب کا انسائیکلو پیڈیا لکھنا شروع کیا ہے جو اب تک اگرچہ مکمل نہیں ہوا مگر جتنی اس کی جلدیں نکل چکی ہیں۔ ان میں ہزاروں مذاہب کے نام اور حالات درج ہو چکے ہیں اور ایک شخص ان حالات کو پڑھ کر حیران ہو جاتا ہے کہ کس کو مانے اور کس کو چھوڑے۔

اختلاف کی ابتداء

مگر ہم دیکھتے ہیں کہ یہ اختلاف اصل میں پیدائش سے شروع ہوتے ہیں جس گھر میں انسان پیدا ہوتا ہے ان گھر والوں کے خیالات جس قسم کے ہوتے ہیں انہی خیالات میں وہ پرورش پاتا ہے اور وہی اس کے خیالات ہو جاتے ہیں۔ ایک شخص مسلمان کے گھر میں پیدا ہوتا ہے۔ وہ قرآن کریم کو سمجھنا تو کیا ایک لفظ بھی نہیں پڑھ سکتا۔ کلمہ شہادت تک سے ناواقف ہوتا ہے اور ساری عمر میں ایک آدھ دفعہ بھی کلمہ شہادت نہیں پڑھتا مگر مسلمان کہلاتا ہے اور اسلام کے نام پر دوسروں سے لڑنے کو تیار ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ایک شخص ہندو کے گھر میں پیدا ہوتا ہے۔ اگر مسلمان مولوی اور ہندو پنڈت میں بحث ہو تو مسلمان کو جھوٹا اور پنڈت کو سچا بتائے گا اور پنڈت کے کہنے سے ہندو مذہب کے نام پر دوسرے کی جان کا دشمن ہو جائیگا اور کہے گا کہ یہ مسلمان ہندو مذہب کی ہتک کرتا ہے اور یہی حال مسلمان کا ہوگا۔ اگرچہ یہ دونوں ہی مذہبی کتب کے شائع شدہ ترجمہ سے بھی ناواقف ہونگے اور اس طرح اپنے عمل سے اپنے مذہب کی ہتک کر رہے ہونگے۔

اگر ان سے پوچھا جائے کہ تم ہندو یا مسلمان کیوں ہو تو وہ اس کا جواب نہیں دے سکیں گے ہاں یہ کہدینگے کہ چونکہ فلاں بات ہمارے مذہب کی کتاب میں ہے اس لئے ہم مانتے ہیں یا مولوی صاحب یا پنڈت صاحب نے ہمیں یُوں بتائی ہے اس لئے ہم مانیں گے۔

یہی حال ایک عیسائی کا ہوگا۔ وہ عیسائیت کے لئے تلوار تک اُٹھا لے گا مگر اس کا جواب دینے سے انکار کریگا کہ وہ کیوں عیسائی ہُوا۔ ہاں یہ کہدے گا کہ میرے ماں باپ عیسائی ہیں ان سے مَیں نے سُنا ہے کہ عیسائی مذہب سچا ہے اور ہم اس کے پیرو ہیں۔ اس لئے میں بھی عیسائی ہوں۔ یہ جہالت اتنی بڑھی ہوئی ہے کہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔

ایک بوڑھے حاجی کی اپنے مذہب سے بے خبری

۱۹۱۳ء میں جب میں حج کے لئے گیا تو ایک ہندوستانی بوڑھا ضعیف عبدالوہاب نام بھی ہمارا ہمسفر تھا۔ حج کے بعد ہیضہ کی وباء پھوٹ پڑی اور چونکہ مدینہ شریف کے حالات اطمینان بخش نہ تھے اور میری صحت بھی اچھی نہ تھی اس لئے مَیں نے ارادہ کیا کہ امسال مدینہ شریف کی زیارت کو ملتوی کر دیا جائے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اگر موقع دیا تو کرینگے۔ وہ بوڑھا عبدالوہاب بہت معمر اور نہایت کمزور تھا اور اس کے پاس زادِ راہ بھی نہ تھا مَیں نے اس کو کہا کہ تم بھی لوٹ چلو اس نے کہا کہ مَیں مدینہ ضرور جاؤں گا۔ کیونکہ میرے بیٹوں نے کہا تھا کہ وہاں ضرور جانا۔ مَیں نے اس کو بتایا کہ جس حال میں تم ہو اس میں تم پر مدینہ شریف جانا شریعت کی رُو سے ضروری نہیں مگر وہ جانے کیلئے بہت مصر ہؤا اور چلا گیا۔ غالباً اسی سفر میں فوت ہوگیا ہوگا۔ مَیں نے اس سے پوچھا میاں عبدالوہاب تمہارا مذہب کیا ہے۔ کہنے لگا پھر بتاؤں گا۔ مَیں نے کہا یہ سوال تو ایسا نہیں جو تم پھر بتانے کے لئے رکھ چھوڑو ابھی بتا دو۔ اس نے کہا سوچ کر بتاؤں گا مَیں اور حیران ہؤا۔ پھر پوچھا تو اس نے کہا کہ وطن سے لکھ کر بھیجدوں گا۔ آخر میرے اصرار پر کہنے لگا کہ اچھا سوچ کر بتاتا ہوں۔ میرا مذہب علیہ ہے مَیں حیران ہؤا کہ یہ کونسا مذہب ہے۔ مَیں نے پوچھا یہ کونسا مذہب ہے۔ کہنے لگا سوچنے تو دو۔ دو تین دفعہ کی اُلٹ پھیر کے بعد اس نے کہا۔ اعظم رحمۃ اللہ علیہ میرا مذہب ہے۔ جس سے اس کا مطلب تو معلوم ہوگیا کہ وہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اشارہ کرتا ہے مگر اس کی تمام حیرانی سے یہ معلوم ہوگیا کہ اس نے یہ بھی کہیں بچپن میں ہی سُنا ہوگا۔ یہ تو اس کی حالت تھی۔

مذہب سے بے خبری

اسی طرح مَیں نے ایک اور تاجر کو اس وقت جبکہ حاجی لبیک لبیک کے نعرے لگا رہے تھے دیکھا کہ وہ گندے عشقیہ شعر پڑھ رہا تھا مَیں نے بعد میں اس سے حج کی غرض پُوچھی تو اُس نے بتایا کہ ہمارے ملک میں لوگ حاجی کا زیادہ اعتبار کرتے ہیں۔ اب مَیں یہاں سے جاکر اپنی دکان پر بورڈ لگواؤں گا کہ حاجی فلاں۔ اس سے میری تجارت چمک جائیگی۔ یہ مسلمانوں ہی کی حالت نہیں بلکہ مَیں نے ہندوؤں، عیسائیوں، سکھوں کو اکثر ٹٹولا ہے تو معلوم ہؤا ہے کہ وہ اپنے آپ کو جس مذہب کی طرف منسوب کرتے ہیں اس سے قطعاً ناواقف ہیں۔ وہ دلائل سے کسی مذہب کے پابند نہیں۔ بلکہ آبائی طور پر پابند ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بچہ فطرتاً اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔ مگر ماں باپ اس کو یہودی یا مجوسی یا عیسائی بنا دیتے ہیں★ مَیں نے سینکڑوں نہیں ہزاروں مسلمانوں کو دیکھا ہے کہ وہ کلمہ شہادت صحیح نہیں پڑھ سکتے لیکن مذہب کے لئے لڑنے مرنے کے لئے

★ بخاری کتاب الجنائز باب اذا اسلم الصبی فمات ھل یصلی علیہ ۔۔۔ الخ

تیار ہیں۔ اگر ہم آہنگر یا زمیندار یا سنار سے اس کے کام کے متعلق گفتگو کریں۔ تو وہ اپنے اپنے کام کی تشریح کر کے بتائیں گے۔ مگر ایک ہندو ایک عیسائی ایک مسلمان اپنے مذہب کی حقیقت نہیں بتا سکتا۔ کیوں؟

مذہب سے اتنی بے خبری کیوں؟

اصل بات یہ ہے کہ لوگ مذہب کو مانتے ہیں سماعی طور پر اور اس میں ان کو ظاہری فائدہ کوئی نظر نہیں آتا اس لئے وہ اس کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ اگر وہ غور کریں اور ان لوگوں کی طرف توجہ کریں جو مذہب کا کچھ فائدہ بتاتے ہیں تو ان کو حقیقت معلوم ہو۔ مگر وہ جن کے پاس جاتے ہیں وہ ان کو بتاتے ہیں کہ اگلے جہاں میں اس مذہب کے بدلے میں یہ ثواب ملے گا وہ ملے گا اس زندگی میں مذہب کا کوئی نتیجہ نہیں۔ حالانکہ لوگوں کی نظروں میں اگلا زمانہ خود مشتبہ ہے جب اگلے جہاں پر لوگوں کو یقین نہیں معلوم ہوتا تو پھر کیسے اگلے جہاں میں کچھ ملنے کے خیال پر کوئی شخص کسی مذہب کے لئے غور و فکر و محنت اور توجہ سے کام لے سکتا ہے پس کسی مذہب کو ماں باپ سے سُنکر ماننا کچھ انعام کا موجب نہیں جب تک انسان خود غور و فکر سے کام نہ لے۔ اگر لوگ ماں باپ سے سُنے ہوئے پر کفایت نہ کریں بلکہ مسلمان سوچیں کہ وہ کیوں مسلمان ہیں۔ ہندو غور کریں کہ وہ کیوں ہندو ہیں۔ عیسائی فکر سے کام لیں کہ وہ کیوں عیسائی ہیں تو بہت فتنے کم ہو جائیں۔ اختلاف مٹ جائیں اور حقیقت ان کے قریب ہو جائے۔ جب لوگ اس طرح غور کریں گے تو ان کا جو جواب ہوگا وہ قابلِ توجہ ہوگا۔ اب تو لوگ ڈرتے ہیں۔ اس لئے کہ اگر ایک مسلمان انگریزی پڑھا ہؤا آزاد خیال یہ سوال محلہ کی مسجد کے مولوی صاحب کے پاس لے جائے تو وہ بجائے اس کو معقولیت سے سمجھانے کے پہلے اس کو کافر اور مُرتد قرار دیدے گا اور کھانے کو دوڑے گا۔ اس صورت میں بھلا کوئی شخص کس طرح مذہب کی حقیقت کی طرف متوجہ ہو سکتا ہے اور یہی حال دیگر مذاہب کے لوگوں اور ان کے پنڈتوں اور پادریوں کا ہے۔ مَیں کہتا ہوں کہ اس بات کی آزمائش کیلئے کہ لوگ اپنے اپنے مذہب سے ناواقف ہیں۔ اسی شہر کے لوگوں سے پوچھا جائے کہ وہ اپنے اپنے مذہب کے کیوں پابند ہیں تو سو فیصدی ایسے نکلیں گے جو سوائے اس کے کچھ نہیں جواب دینگے کہ ہمارے ماں باپ نے ہمیں بتایا ہے یا ہمارے مولوی، پنڈت یا مہنت یہ کہتے ہیں یا ہماری مذہبی کتابوں میں یوں لکھا ہے اور وہ خیال کرینگے کہ یہ ہمارا جواب درست ہے۔ حالانکہ یہ جواب غلط اور ناقابل التفات ہوگا۔

مذہب ایک ایسی چیز ہے کہ اس پر سب سے پہلے توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر خدا ہے تو اس

کی تحقیق سب سے پہلے کرنی چاہئے اور اگر نہیں تو ہندو مسلمان یا سکھ عیسائی موسائی وغیرہ کے جھگڑے فضول ہیں۔

مذہب کی ضرورت کیا ہے؟

پس اگر کوئی سوال سب سے پہلے حل کرنے کے قابل ہے تو یہی کہ مذہب کی ضرورت کیا ہے اور ہم کسی مذہب کو کیوں مانیں۔ اس کے متعلق میں سب سے پہلے ہر ایک مذہب کے شخص کو یہی نصیحت کروں گا وہ غور کرے کہ وہ جس مذہب کا پابند ہے کیوں وہ اس کو مانتا اور دوسرے مذاہب کی تکذیب کرتا ہے؟ ہر ایک مذہب کے آدمیوں کو چاہئے کہ وہ غور کریں اور غور کرنے کے بعد جس مذہب کو سچا پائیں اس کو قبول کریں۔ اور جس کو سچا نہ پائیں خواہ وہ پہلے اسی کی طرف منسوب ہوں اس کو ردّ کریں۔

مَیں نے چونکہ اس مسئلہ پر خود غور کیا اور اسلام میں بمقابلہ دیگر مذاہب کے خوبیاں پائیں اور مَیں نے معلوم کیا کہ مذہب کی غرض کو یہی مذہب پورا کرتا ہے اس لئے مَیں نے اس کو قبول کیا اِس لئے میں اس کی طرف سے کھڑا ہؤا ہوں۔ مَیں یہ بھی بتا دینا چاہتا ہوں کہ ہمارے نزدیک ہر مذہب کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ اپنا دعویٰ اور دلائل خود پیش کرے۔ یہ نہیں کہ دعویٰ وہ کرے اور دلیلیں کہیں اور سے اس کے لئے لائی جائیں۔

خدا اپنی ذات اور اپنے رُسولوں کو خود منواتا ہے

اگر خدا ہے تو اس پر حق ہے کہ وہ اپنی صفات آپ ظاہر فرمائے اور ہم سے اپنی ذات منوائے اسی طرح اگر وہ کہتا ہے کہ فلاں شخص اُس کا رسول ہے تو وہ دلائل اس کو دے جس کے ذریعہ سے ہم اُس کو مانیں اور اسی طرح دیگر مسائل کے لئے ہے کہ وہ خود بتائے۔

اسلام کا دعویٰ

پس اس عقیدے کے مطابق میں اسلام کی صداقت کے دلائل قرآن کریم کے ہی بتائے ہوئے بیان کروں گا۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اسلام خدا کی طرف سے ہے اور اس لئے اس کی صداقت کے دلائل خود پیش کرتا ہے۔ چنانچہ یہ رکوع جو مَیں نے پڑھا ہے اس میں اللہ فرماتا ہے۔ اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (النور:۳۶) کہ اللہ آسمان و زمین کا نوُر ہے۔ اس کے نوُر کی مثال ایسی ہے کہ جیسا کہ ایک طاق ہو۔ اور اس کے پیچھے کوئی سوراخ نہ ہو۔ اس کے اندر چراغ ہو۔ ایسے طاق کے چراغ کی روشنی ایک طرف پڑتی ہو۔ اس سے روشنی محفوظ ہو کر جدھر پڑتی ہے بہت زیادہ پڑتی ہے اور چراغ ایک گلوب سے ڈھکا ہؤا ہے اور گلوب بھی نہایت صاف اور مجلّٰی ہے جس سے روشنی اور بڑھ جاتی ہے اور اس کی روشنی تارے

کی مانند صاف ہے اور چراغ میں جو روغن ڈالا گیا ہے وہ مبارک درخت سے نکالا ہوا ہے! ایسا درخت نہ شرقی ہے نہ غربی۔ یعنی وہ ایسا درخت ہے جس پر ہر طرف سے دھوپ پڑتی ہے۔ ایسے درخت کی نشوونما خوب ہوتی ہے اور وہ تیل بھی اپنی صفائی میں ایسا بڑھا ہوا ہے کہ خود بخود اس کو آگ لگ جائے جیسا کہ پٹرولیم ہوتا ہے۔

ایسا چراغ جس میں اتنی صفات ہوں اس کی روشنی کا کیا کہنا۔ اس لئے فرمایا کہ نُورٌ علیٰ نُور۔ وہ نورُ ہے اور پھر اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک اور نُور نازل ہوتا ہے اور پھر جس کو چاہتا ہے اللہ ہدایت دیتا ہے۔

اللہ نے لوگوں کے لئے اسلام کا دعویٰ پیش فرمایا ہے کہ اسلام خدا کا نورُ ہے اور سچا مذہب ہے اور اس کی روشنی تمام مذاہب کی روشنیوں سے اعلیٰ ہے اور اس کی تعلیمات سب سے اکمل اور اُتم ہیں۔

صداقتِ اسلام کی دلیل

مگر یہ سارا بیان ایک دعویٰ کی صورت میں ہے۔ اس لئے آگے اس کی دلیل دیتا ہے فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰہُ اَنْ تُرْفَعَ وَیُذْکَرَ فِیْھَا اسْمُہٗ یُسَبِّحُ لَہٗ فِیْھَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ★ کہ یہ نُور ایسے گھروں میں ہے جو آج کسمپرس اور غریب اور ادنیٰ درجہ کے ہیں۔ مگر خدا نے ان کے متعلق فیصلہ کر دیا ہے کہ انکو اُٹھایا جائیگا اور ان کو بلند کیا جائیگا۔ اللہ کا ان مکانوں کو بلند کرنا اور عزت دینا ثبوت ہوگا اس امر کا کہ یہ مذہب اسلام خدا کی طرف سے ہے۔

اسلام کی صداقت کے لئے یہ دلیل ہے کہ اس کے ماننے والے دُنیا میں معزز و مکرم ہونگے اور ان کو ایک روشنی دی جائے گی۔ جس کے مقابلہ میں دُنیا میں تاریکی ہو گی۔ اسلام کے گھر بلند کئے جائینگے اور مخالفوں کے گھر انکے مقابلہ میں نیچے کئے جائینگے اور یہ اسلام کی صداقت کی دلیل ہزار ہا ثبوتوں میں سے ایک ہے۔

آنحضرتؐ کی حالت دعویٰ سے پہلے

اب ہم دعویٰ اور دلیل کیلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کی طرف دیکھتے ہیں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اس وقت آپ کی دنیاوی حیثیت کوئی بڑی نہ تھی۔ ابھی آپ شکم مادر ہی میں تھے کہ آپؐ کے والد فوت ہو گئے تھے اور بہت چھوٹی عمر تھی کہ ماں فوت ہوگئی۔ آپ کو کوئی بڑا ترکہ بھی نہیں ملا تھا اس کے بارے میں متفرق روایتیں ہیں۔ زیادہ سے زیادہ جو کچھ آپ کو ملا وہ ایک اُونٹ اور پانچ بکریاں تھیں۔ آپ کی کوئی ذاتی تجارت نہیں تھی۔ بلکہ بڑی عمر ہوئی تو حضرت خدیجہؓ کی تجارت

★ النور: ۳۷

کرنے لگے اور نفع ان کو دیتے تھے اور وہ کچھ معاوضہ آپ کو دیدیتی تھیں۔ عرب میں کوئی حکومت نہ تھی۔ مگر مکہ والوں نے جو "دارالندوہ" قائم کر رکھا تھا، اس کے بھی آپ ممبر نہ تھے۔ دنیاوی علوم آپؐ نے حاصل نہ کئے تھے۔ آپ کو لکھنا پڑھنا نہیں آتا تھا اس تمام ضعف اور کمزوری پر طرفہ یہ کہ جب آپؐ نے دعویٰ کیا تو تمام عرب مخالف ہو گیا۔ آپ وہ بات کہتے تھے جو جمہور عرب کے خلاف تھی اور عرب اس کو ماننے میں اپنی ہلاکت دیکھتے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسٹر گاندھی

دنیا میں بڑے بڑے فاتح ہوئے ہیں اور لوگ بھی ہوئے ہیں جن کے ساتھ لوگ چل پڑے۔ مثلاً آج ہمارے ہندوستان میں مسٹر گاندھی ہی ہیں ان کی جے کے نعرے بھی آج ہندوستان میں لگائے جاتے ہیں ممکن ہے کوئی کہدے کہ آنحضرت کے ساتھ اگر دُنیا ہوگئی تو کیا ہوا۔ مسٹر گاندھی کے ساتھ بھی تو لوگ ہو ہی گئے ہیں۔ اس کے جواب میں ہم کہیں گے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسٹر گاندھی میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ کیونکہ آنحضرت عرب سے وہ بات منوا رہے تھے جو عرب ماننے کے لئے تیار نہ تھا۔ مگر مسٹر گاندھی وہ بات کہتے ہیں جس کا مطالبہ خود ہندوستان کر رہا ہے۔ اس کی ایسی ہی مثال ہے کہ کسی زمیندار کے پیٹ میں درد ہونے لگا۔ کسی نے کچھ علاج بتلایا کسی نے کچھ۔ ایک شخص نے جو زمینداری کا ایک اوزار لئے کھڑا تھا کہا کہ اس کو گُڑ گھول کر پلا دو۔ مریض نے جب یہ بات سُنی تو کہا کہ ہائے اس کی بات کوئی نہیں سُنتا۔ تو وہ بات جو مسٹر گاندھی کہہ رہے ہیں لوگوں کے مطلب کی اور ان کی منشاء کے مطابق ہے اس لئے اس کو ماننے کے لئے تیار ہیں۔ ایک اور مثال ہے جو اگرچہ فرضی ہے مگر حقیقت کو ظاہر کرتی ہے۔ ایک بزرگ نے لکھا ہے ایک اونٹ کہیں جا رہا تھا۔ آگے سے چوہا ملا اس نے اونٹ کی مہار پکڑ لی اور جدھر اونٹ جا رہا تھا ادھر ہی چل پڑا۔ تھوڑی دور جا کر چوہے نے خیال کیا کہ مَیں ہی اس کو چلا رہا ہوں۔ آخر ایک دریا پر پہنچے اور وہاں اونٹ رک گیا۔ چوہے نے کہا چل اس نے کہا نہیں چلتا۔ جب تک میرا دل چاہا چلا۔ اب دل نہیں چاہتا مَیں نہیں چلونگا۔ تو چونکہ ان لیڈروں کی زبان سے وہی نکل رہا ہے۔ جو لوگ چاہتے ہیں اس لئے اگر لوگ ان کے پیچھے چل رہے ہیں تو یہ کوئی بڑی بات نہیں۔ لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ والوں کے چڑھاووں کی حفاظت کی فکر نہیں کی۔ ان کے بُتوں کی حفاظت نہیں کی جن پر چڑھاوے چڑھتے تھے اور جن سے ان کی گذر اوقات ہوتی تھی۔ بلکہ آپ نے ان کے اس چڑھاووں کے رزق کو بند کر دیا اور کہدیا کہ ان خداؤں کو چھوڑو اور ایک خدا کو مانو۔ پس مسٹر گاندھی

وغیرہ لیڈروں کی مثال تو ایسی ہے کہ جیسے کوئی گاڑی یا موٹر جدھر جا رہی ہو وہ چلتی جائے اور ایک شخص پیچھے ہاتھ رکھ دے اور کہے کہ میں اس کو چلا رہا ہوں۔ لیکن آنحضرتؐ نے جدھر گاڑی چل رہی تھی ادھر سے اس کا رُخ پلٹ کر دوسری طرف کو پھیر دیا۔ زرتشتی دو خداؤں کے قائل تھے۔ آپ نے ان سے یہ عقیدہ چھڑوایا۔ عیسائی حضرت مسیح ناصری کو اپنے گناہوں کا کفارہ بنا کر اپنی نجات ان کی صلیبی موت میں جانتے تھے اور اسی پر بھروسہ کئے بیٹھے تھے۔ آپ نے اس کے خلاف آواز بلند کی جو ان کے وہمی باغات کو جلا کر خاکستر کر گئی۔

قوم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا سلوک کیا

آپ کی قوم آپ کی بات ماننے کے لئے تیار نہ تھی بلکہ آپ کے خلاف کھڑی ہو گئی۔ اور تیرہ سال تک آپ کو بیشمار تکالیف دیتی رہی۔ پھر وہ لوگ جو آپ کے ساتھ ہوتے ان پر نئے سے نئے مظالم توڑے گئے۔ اور عورتوں کو اونٹوں سے باندھ کر چیرا گیا۔ گرم ریت پر لٹائے گئے اور ان کو مارا گیا اور اتنا مارا گیا کہ وہ بے ہوش ہو گئے۔ اور جب ان کو ہوش آتی بُتوں کو ان کے سامنے پیش کیا جاتا مگر پھر بھی جب وہ خدا کا ہی نام لیتے تو ان کو اور عذاب دیتے۔ اس فتنہ کا حال حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوذر غفاریؓ نے جب سُنا کہ مکہ میں ایک شخص نے خدا کا رسول ہونے کا دعویٰ کیا ہے تو انہوں نے اپنے بھائی کو بھیجا۔ لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک اس کو پہنچنے نہ دیا اور واپس چلا گیا۔ پھر وہ خود آئے مگر کسی سے پوچھتے بھی نہ تھے کہ کوئی دھوکا نہ دیدے۔ حضرت علیؓ سے ملاقات ہوئی۔ بڑی رد و کد کے بعد انہوں نے اپنا مقصد ظاہر کیا کہ میں آنحضرتؐ کو دیکھنے آیا ہوں۔ حضرت علیؓ نے ان کو کہا کہ میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ۔ جب کوئی غیر شخص نظر آئیگا تو میں جھٹ ایک طرف ہو کر بیٹھ جایا کرونگا۔ اور تم آگے نکل جایا کرو۔ اسی طرح حضرت ابوذرؓ حضرت علیؓ کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور پہنچے اور ایمان لے آئے۔ مگر ان پر یہ اثر ہوا کہ ایمان لا کر خاموش نہ رہ سکے۔ مکان سے نکلتے ہوئے کلمہ شہادت زور سے پڑھا۔ اس پر مشرکین جمع ہو گئے اور آپ کو مارنے لگے اور آپ بیہوش ہو گئے بعض لوگوں نے آپ کو چھڑا دیا اور اسی طرح ہوش آنے پر آپ نے پھر ایسا ہی کیا۔ لوگ پھر مارنے لگے۔ (بخاری باب بنیان الکعبۃ باب اسلام ابی ذرؓ)

ایسی ایسی مصیبتیں تھیں جو آنحضرتؐ اور صحابہؓ کو پہنچائی گئیں۔ ان حالات میں آپ کے اصحاب کو حبشہ کی طرف ہجرت کرنی پڑی اور کفار نے ان کا وہاں تک تعاقب کیا۔ مگر وہاں کے

دربار میں جب مسلمان پیش ہوئے اور انہوں نے صفائی سے اپنے عقائد بتائے تو کفار کو مجبوراً واپس آنا پڑا۔ لیکن ابھی مصائب کا خاتمہ نہیں ہو گیا۔ آپ کو پھر تکالیف پہنچائی گئیں۔ اور آپ نے حضرت ابو بکرؓ کو ساتھ لے کر مکہ سے ہجرت کی۔ پھر کفار نے پیچھا کیا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کی حفاظت کی۔

اس حالت میں کون کہہ سکتا تھا کہ جس کے چند ساتھیوں کی جمعیت بھی منتشر ہو گئی اور جس کو وطن سے بے وطن ہونا پڑا۔ وہ کبھی غالب ہو گا۔ جب آپ مدینہ میں پہنچے تو ان لوگوں نے وہاں بھی آرام نہ لینے دیا۔ بار بار چڑھ کر گئے۔ چنانچہ ایک دفعہ جنگ احزاب میں دس ہزار کی جمعیت لیکر مدینہ پر چڑھ آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ کے اردگرد خندق کھودنا پڑی۔ صحابہ کے ساتھ آپ بھی خندق کی کُھدائی کے کام میں شریک تھے۔ احادیث و تاریخ سے ثابت ہے کہ جب آپ نے کدال چلائی اور ایک پتھر پر لوہا پڑا اور اس میں سے شعلہ نکلا تو آپ نے بلند آواز سے کہا اللہ اکبر۔ صحابہؓ نے بھی اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔ دوسری دفعہ آپ نے کدال ماری اور پھر شعلہ نکلا۔ پھر آپ نے بلند آواز سے کہا اللہ اکبر اور صحابہؓ نے بلند آواز سے اللہ اکبر کہا۔ تیسری دفعہ پھر آپ نے کدال چلائی اور شعلہ نکلا۔ آپ نے زور سے اللہ اکبر کہا اور صحابہؓ نے بھی کہا۔ پھر آپؐ نے صحابہ سے پوچھا کہ تم نے کیوں اللہ اکبر کہا۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ چونکہ حضور نے اللہ اکبر کہا تھا اس لئے ہم نے بھی کہا ورنہ ہم نہیں جانتے کہ کیا بات ہے، اللہ اور اس کا رسول خوب جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا جب مَیں نے پہلی دفعہ کدال ماری اور شعلہ نکلا تو مجھے دکھایا گیا کہ مجھے قیصر کے ملک پر فتح حاصل ہوئی اور دوسری دفعہ معلوم ہوا کہ کسریٰ کے ملک پر اور تیسری دفعہ حیرہ کے بادشاہوں کی حکومت زیروزبر ہوتی دکھائی گئی *۔ جب آپ نے یہ فرمایا تو منافقین اور مخالفین نے ہنسنا شروع کر دیا کہ یہ عجیب لوگ ہیں کہ پاخانہ پھرنے کی تو ان کو اجازت نہیں اور کہا یہ جا رہا ہے کہ قیصر و کسریٰ کی سلطنتیں ہمیں ملیں گی اور ہم ان پر قابض ہونگے۔ لیکن ان کی ہنسی جھوٹی ثابت ہوئی اور خدا کی بات پوری ہوئی اور اس سے ثابت ہو گیا کہ اسلام سچا ہے اور اس کی یہ دلیل ہے کہ یہ جن گھروں میں ہے وہ بلند کئے جائیں گے چنانچہ ایسا ہی ہؤا۔

خدا تعالیٰ نے سُورہ احزاب میں مسلمانوں کی حالت کا نقشہ یہ کھینچا ہے کہ زمین باوجود فراخی کے ان کے لئے تنگ ہو گئی تھی اور دُنیا نے فیصلہ کر لیا تھا کہ مسلمان اب پس جائیں گے۔ اس وقت خدا ان کو بشارت دیتا ہے کہ تم مخالفین کو پیس دو گے اور دنیا کی حکومت تمہاری ہی ہو گی۔ چنانچہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے عہدِ مبارک میں شام فتح ہؤا۔ یہ ترقی اور یہ شان اور ادنیٰ حالت سے بلندی پر قدم کا

* فتح الباری جلد ۷ صفحہ ۳۹۷ مطبوعہ لاہور ۱۹۸۱ء

پہنچنا ثبوت ہے اس بات کا کہ اسلام سچا ہے۔ کیونکہ خدا نے بتایا تھا کہ ایسا ہوگا اور ایسا ہی ہوا اور دشمن سے دشمن کو اقرار کرنا پڑا کہ ہاں اسلام نے ترقی کی۔ اور اس کی ترقی کی اس وقت پیشگوئی کی گئی تھی جبکہ مسلمانوں کو اپنے گھر میں بھی کوئی آرام سے نہیں بیٹھنے دیتا تھا۔ مگر پھر حکومت آئی اور غریبوں اور فقیروں کو خدا تعالیٰ نے حکومتیں دیں۔

حضرت ابوہریرہؓ کا واقعہ

چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ کا واقعہ ہے کہ جب وہ ایک علاقہ کے گورنر بنائے گئے۔ اور ان کے پاس کسریٰ کا ایک رومال تھا جب کھانسی آئی تو انہوں نے اس رومال سے منہ صاف کیا اور کہا بخ بخ ابوہریرہ *۔ اس کے معنے ہیں واہ واہ ابوہریرہ۔ آج تو کسریٰ کے رومال میں تھوکتا ہے مگر ایک وقت تو تیری یہ حالت تھی کہ تجھ پر دنوں فاقے گذرتے تھے اور تو حضرت ابوبکرؓ کے پاس جاتا تھا کہ وہ بڑے صدقہ کرنے والے تھے اور ان سے آیتِ صدقہ کے معنے پوچھتا تھا اور وہ بتاتے تھے۔ حالانکہ معنے تجھ کو بھی آتے تھے پھر حضرت عمرؓ کے پاس جاتا۔ اور وہ بھی کچھ نہ کھلاتے۔ آخر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتا اور آپ چہرہ سے ہی پہچان جاتے اور پوچھتے ابوہریرہ بھوک لگی ہے اور پھر آپ دودھ کا پیالہ منگواتے اور مجھ سے پہلے اور لوگوں کو پینے کو دیتے اور میں خیال کرتا کہ مستحق زیادہ میں تھا۔ آخر مجھ کو ملتا اور میں سیر ہوتا (بخاری کتاب الرقاق باب کیف کان عیش النبیؐ و اصحابہ وتخلیھم من الدنیا) اسی طرح کئی فاقے گذر جاتے اور لوگ مجھے مرگی زدہ خیال کر کے مارتے لیکن آج یہ حال ہے کہ گردن کش بادشاہوں کے خاص درباری رومالوں میں تو تھوکتا ہے۔ یہ کامیابی یہ عروج یہ رفعت کوئی معمولی نہیں ہے۔

فرانس کا ایک مصنف لکھتا ہے کہ میں حیران رہ جاتا ہوں جب میں یہ سوچتا ہوں کہ کھجور کے ایک ادنیٰ درجہ کے چھپر کے نیچے چند آدمی بیٹھے ہیں۔ جن کے جسم پر پورا کپڑا نہیں اور پیٹ بھی سیر نہیں۔ وہ باتیں یہ کرتے ہیں کہ قیصر و کسریٰ کی سلطنتوں کو فتح کریں گے اور وہ کر کے بھی دکھا دیتے ہیں۔

پس یہ ثبوت ہے اس بات کا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو مذہب لائے وہ حق ہے کیونکہ اس کے لئے جو نشان رکھا گیا تھا وہ پورا ہوگیا۔

مخالفوں کا اس دلیل پر ایک اعتراض

یہ اسلام کی صداقت کا ثبوت ہے۔ لیکن اگر دشمن آج اس کو جھٹلا دے اور کہدے کہ یہ مسلمانوں نے بعد میں قرآن کریم میں آیتیں ملا دی ہیں جیسا کہ مخالفوں نے کہا بھی ہے اس لئے یہ اسلام کی صداقت کی دلیل نہیں ہے کیونکہ اگر یہ دلیل ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ آج جبکہ مسلمانوں کی تعداد بے شمار

* ترمذی ابواب الزھد باب ماجاء فی معیشۃ اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ہے، وہ دن بدن شکست کھا رہے ہیں؟ اس کا کیا جواب دیا جائیگا۔ مخالف کہہ سکتا ہے کہ ہم مانتے ہیں کہ مسلمانوں کو ترقی ملی اور یہ بھی مانتے ہیں کہ اسلام نے یورپ میں برطانیہ کے کناروں تک اپنا اثر پہنچایا۔ چنانچہ بعض آثار معلوم ہوئے ہیں۔ جن سے پتہ لگتا ہے کہ برطانیہ کے ساحل تک اسلام پہنچ گیا تھا۔ اور ادھر چین تک اس کا اثر تھا۔ غرض جتنی دُنیا اس وقت مہذب کہلاسکتی تھی اور معلوم تھی، اس تمام پر اسلام کا اثر تھا۔ مگر یہ اسلام کی ترقی اسلام کی صداقت کی دلیل نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ مسلمانوں نے جب ترقی پالی تب اس کو پیشگوئی بنا لیا۔ ورنہ کیا وجہ ہے کہ اب مسلمان اس وقت سے بہت زیادہ ہوتے ہوئے ذلیل سے ذلیل تر ہوتے جا رہے ہیں۔ آپ صاحبان غور کریں اس کا کیا ہم جواب دے سکتے ہیں۔

دیکھو ایک وقت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مردم شماری کرائی۔ تو مسلمانوں کی تعداد سات سو معلوم ہوئی۔ اس وقت مسلمانوں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ کو یہ خیال ہے کہ ہم ہلاک ہو جائیں گے اور دُنیا ہمیں پامال کردیگی حالانکہ اب تو ہم سات سو ہیں۔ یا تو یہ حال تھا یا اب یہ حال ہے کہ مسلمانوں کی تعداد کروڑ ہا ہے مگر وہ ہر طرف شکست پر شکست اور ذلت پر ذلت اُٹھا رہے ہیں اور ان کے دل اس طرح کانپ رہے ہیں جس طرح پتہ ہوا میں اُڑتا ہے۔

اس اعتراض کا جواب

مخالفوں کے اس اعتراض کے دو جواب ہو سکتے ہیں۔ یا تو ان کے اعتراض کو دُرست مان لیا جائے اور کہہ دیا جائے کہ نعوذ باللہ یہ قرآن کا دعویٰ باطل ہے اور یہ مسلمانوں نے واقع میں بعد میں ملا لیا۔ یا مسلمانوں کو یہ فیصلہ کرنا چاہئے کہ مسلمان جھوٹے ہیں۔ گویا یا تو مسلمان خدا تعالیٰ کو نعوذ باللہ جھوٹا بنائیں یا خود جھوٹے بنیں۔ ان دو صورتوں میں سے تیسری کوئی صورت نہیں۔ مگر ہم خدا تعالیٰ کو جھوٹا بنانے کی بجائے مان لیں گے کہ مسلمان ہی مسلمان نہیں رہے۔ اگر مسلمانوں کی حالت ٹھیک ہوتی تو وہ بلند کئے جاتے اور عزت کے مقام ان کو مرحمت ہوتے۔ مگر اب مسلمانوں کو جس حالت میں دیکھتے ہیں دُنیا سے کمتر دیکھتے ہیں۔ دولت اور زمینداری ان کے پاس نہیں۔ اتفاق و اتحاد ان کے پاس نہیں۔ انتظام ان میں نہیں۔ تعلیم اور تعلّم ان میں نہیں ظاہری تعلیم کے لئے جس قدر اچھے کالج ہندوستان میں ہیں وہ سب ہندوؤں اور سکھوں کے ہیں اور مسلمانوں کے کالج بدترین حالت میں ہیں۔ دیگر معاملات میں بھی ان کی حالت بہت خراب ہے۔ پھر یہ کیا وجہ ہے۔ کیا اسلام خدا کا سچا مذہب نہیں۔ یا کیا خدا بدل گیا اور پہلے خدا کی بجائے کوئی اور خدا آگیا یا اس کی طاقت میں کمی آگئی ہے۔ نعوذ باللہ یا وہ اپنے وعدے بھول گیا۔ حقیقت یہ ہے

کہ اسلام بھی سچا ہے، خدا تعالیٰ بھی وہی ہے، اس کے وعدے بھی سچے ہیں، اس کی طاقت میں بھی کوئی کمی نہیں آئی، وہ اپنے وعدوں کو بھی نہیں بھولا بلکہ مسلمانوں نے اسلام کو چھوڑ دیا اور ان عقائد سے پھر گئے اور رسمی اسلام کے پرستار ہو گئے پس جب انھوں نے حقیقی اسلام کو چھوڑ دیا تو خدا نے بھی ان کو چھوڑ دیا۔ ابھی چند سال گذرے ہیں کہ عوام میں مشہور تھا کہ قسطنطنیہ کے بادشاہ کے ساتھ یورپ کے بادشاہوں کے سفیر رکاب تھام کر چلتے ہیں لیکن آج قسطنطنیہ کی زندگی اور موت یورپ کے لوگوں کے قبضہ میں ہے۔ مسلمانوں کی حالت بگڑ گئی۔ جیل خانے ان سے بھر گئے۔ فواحش کی ان میں گرم بازاری ہو گئی۔

مسلمان اہل نہ رہے کہ خدا کے وعدے ان سے پورے کئے جائیں

پس ان حالات کی وجہ سے مسلمان خدا کے اس وعدے کے اہل نہ رہے کہ ان کو بلند کیا جائے۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ ان کے گھروں میں تسبیح و تحمید صبح و شام ہو گی اور ذکر اللہ سے ان کی زبانیں تر اور سینے پُر ہونگے۔ مگر آج کتنے مسلمان ہیں جو نماز پڑھتے ہیں اور کتنے ہیں جو سمجھ کر پڑھتے ہیں اور کتنے ہیں جو اس مقصد سے واقف ہیں جو نماز میں پوشیدہ ہے۔ وہ شرائط جو خدا تعالیٰ نے بتائی تھیں ان میں پائی نہیں جاتیں اور یہ خدا تعالیٰ کے کلام کی اور خدا کے اسلام کی اور خدا کی اور خدا کے رسول محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کر رہے ہیں اس لئے کس طرح خدا کے وعدوں کو پا سکتے ہیں۔ مسلمان جب تک خدا کی، خدا کے رسول کی اور اس کے کلام کی عزت نہیں کرینگے ان کو کوئی عزت نہیں دی جائیگی۔

مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کر رہے ہیں

ایک موٹا مسئلہ ہے اور اسی میں مسلمانوں کی حالت کا پتہ لگ جاتا ہے کہ وہ کیسے ہیں۔ مسلمانوں نے یہ مان لیا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو خاک کے نیچے مدفون ہیں اور حضرت مسیحؑ کو ذرا تکلیف پیش آئی تو خدا نے ان کو آسمان پر چڑھا لیا۔ اور ان کے دشمنوں کو انہیں ہاتھ تک نہیں لگانے دیا۔ مَیں کہتا ہوں اگر آسمان پر رکھے جانے کا کوئی اہل تھا تو وہ ہمارے نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے لیکن یہ لوگ اس کو پسند نہیں کرتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ مدفون زیرِ زمین ہیں اور مسیح کے لئے بڑے پُر جوش قلب سے کہتے ہیں کہ وہ آسمان پر ہیں۔ جب انھوں نے عیسائیوں کے مقابلہ میں حضرت نبی کریم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اس طرح ہتک کی تو خدا تعالیٰ نے بھی ان کو ذلیل کر دیا اور فیصلہ کر دیا کہ جس طرح یہ

حضرت عیسیٰ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھاتے ہیں۔ اسی طرح ہم ان کو عیسیٰ کے نام لیواؤں کے مقابلہ میں گرا دینگے اور خاک میں ملا دینگے۔ پس خدا کی غیرت نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس ہتک کو گوارا نہ کیا۔ اس لئے اس نے ان مسلمانوں کو ذلیل کیا اور عیسائیوں کو ان پر غالب کر دیا۔ یہ لوگ جوش سے کہتے ہیں کہ محمد رسول اللہ علیہ وسلم کی بگڑی ہوئی اُمت کو مسیح ناصری سنوارینگے۔ خدا نے کہا بہت اچھا ہم مسیح کے ماننے کے مدعیوں کو ہی تم پر مسلّط کرتے ہیں۔ پس جو کچھ ان کے ساتھ ہو رہا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کا نتیجہ ہے اور جب تک یہ حضرت عیسیٰ کو آنحضرتؐ سے افضل مانتے رہیں گے ذلیل رہیں گے۔ کیونکہ خدا نے ان کو یہ سزا دی ہے اس لئے اس سزا میں ان کے گھروں کو عزت دینے کی بجائے ذلیل کیا جائیگا اور برباد کیا جاویگا۔ انھوں نے حضرت عیسیٰ کو خدا بنایا کہ وہ زندہ ہیں نہ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں۔ مُردوں کو زندہ کرتے ہیں اور جانور پیدا کرتے ہیں۔ جب ان کی یہ حالت ہوگئی تو خدا تعالیٰ ان کی کیسے مدد کرسکتا تھا۔

قرآن کی حفاظت کے وعدے کا ایفاء

اب ایک اور سوال ہے کہ خدا نے وعدہ کیا تھا کہ اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ* ۔ دیکھنا یہ چاہئے کہ خدا نے اسلام کی حفاظت اور قرآنِ کریم کی حفاظت کا کیا سامان کیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ خدا نے تو سامان کیا ہے مگر لوگ اس کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ خُدا ان کو مجبور کریگا کہ وہ ادھر متوجہ ہوں۔ خدا نے ایک شخص کو اسلام کی خدمت کے لئے اور اس کو تمام دنیا کے مذاہب کے مقابلہ میں بلند کرنے کے لئے مبعوث کیا ہے وہ شخص حضرت مرزا غلام احمد صاحب ہیں۔ جن کو ہم مانتے ہیں کہ وہ آنے والے مسیح نبی اللہ اور مہدی ہیں۔ انہوں نے دعویٰ کیا ہے کہ وہ اسلام کو دُنیا میں دوبارہ غالب کرینگے اور اس کے مخالفوں کے سر اس کے آگے جُھکا دینگے اور ہم اس کے آثار دیکھ رہے ہیں۔

خدا نے اسلام کے لئے کیا کیا

دُنیا ان پر طرح طرح کے اتہام لگاتی ہے۔ مخالف ان کو دجّال، فریبی اور کاذب اور کیا کیا نام دیتے ہیں۔ مگر یہ عجیب بات ہے کہ اسلام جو خدا کا پیارا مذہب ہے وہ تو مٹ رہا تھا اور ہر طرف سے دشمنوں کے نرغے میں تھا۔ خدا تعالیٰ نے بجائے اس کی حفاظت کے ایک اور ایسا شخص بھیجدیا جو اس کو مٹائے اور اس کو نابود کر دے۔ کیا یہ خُدا کی اسلام سے محبت کا ثبوت ہے یا عداوت کا۔ اگر اسلام خدا کا پیارا مذہب ہے جیسا کہ واقع میں ہے تو ضرور تھا کہ اس مصیبت اور آفت کے وقت میں

*الحجر: ۱۰

خدا تعالیٰ اس کی خدمت اور حفاظت کیلئے کوئی پاک انسان مبعوث کرتا نہ کہ اُلٹا اس کو پاؤں تلے روندنے کے لئے نعوذ باللہ ایک اور دجّال کو بھیجتا۔ حضرت مرزا صاحبؑ کو لوگ نہ مانیں۔ انہیں گالیاں دیں، انہیں بدتر سے بدتر ٹھہرائیں۔ مگر اتنا تو سوچیں کہ خدا نے اسلام کے لئے کیا ہی کیا جبکہ اسلام ڈوب رہا تھا ایک اور ڈبونے والا بھیجدیا۔ محبت کا تو تقاضا یہ تھا کہ خدا اس کی حفاظت کے سامان کرتا اور اُسے دشمنوں سے بچاتا۔

مہرِ مادری

مشہور قصّہ ہے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے حضور دو عورتیں جھگڑتی ہوئی آئیں ان میں سے ایک عورت کے بچے کو بھیڑیئے نے کھا لیا۔ وہ دوسری کے بچے کو اپنا بتلاتی تھی اور کہتی تھی کہ اس کا بچہ مارا گیا ہے۔ اس وقت معاملہ بہت ٹیڑھا تھا۔ حضرت سلیمان نے کہا کہ چھُری لاؤ۔ مَیں ابھی فیصلہ کرتا ہوں۔ بچے کو کاٹ کر آدھا ایک کو دے دیتا ہوں اور آدھا دوسری کو۔ اس وقت جس عورت کا بچہ تھا فوراً بے تاب ہو کر بول اُٹھی کہ یہ بچہ میرا نہیں اسی کا ہے، اسی کو دیدیا جائے مگر دوسری خاموش رہی۔ حضرت سلیمانؑ نے کہا کہ یہ بچہ اسی کا ہے جو کہتی ہے کہ میرا نہیں (بخاری کتاب الفرائض باب اذا ادعت المرءۃ ابناً) کیونکہ اس کو اس سے ہمدردی پیدا ہوئی اور دوسری کو کچھ اثر نہ ہؤا۔

پس مسلمان رسول اللہؐ کے بچے کہلاتے ہیں اور دین خدا کا ہے۔ مگر لوگ اس پر غالب آ رہے ہیں۔ اور دمبدم اس پر پتھروں کی بوچھاڑ کرتے رہتے ہیں۔ ایسی حالت میں بجائے پتھروں سے بچانے کے خدا ایک اور پتھر پھینکنے والے کو بھیجدیتا ہے۔ کیا یہ ممکن ہے، کیا یہ بات ہو سکتی ہے۔ اس خیال کے لوگوں سے تو ہندہ ابوسفیان کی بیوی ہی زیادہ سمجھدار رہی جب اور عورتوں کے ہمراہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کرنے لگی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شرک نہ کرنے کا اقرار کرایا تو وہ بے اختیار بول اُٹھی کہ کیا ہم اب بھی شرک کرینگے حالانکہ ہم نے بُتوں کی اس قدر مدد کی۔ مگر ان سے کچھ نہ ہو سکا اور آپؐ اکیلے تھے مگر آپ نے خدا سے اسقدر نصرت پائی۔ اگر یہ بُت سچے ہوتے تو آپ کس طرح کامیاب ہو سکتے تھے۔

پس جب اسلام خدا کا پیارا ہے اور اس کی نصرت و حفاظت کا وعدہ ہے تو کیا وجہ ہے کہ خدا بجائے اظہارِ محبت کے اس کو نقصان پہنچا رہا ہے۔ اور اس کی حفاظت کا کوئی سامان نہیں کرتا۔

عام مسلمان اور احمدی

آج وہ لوگ جن کی ساری عزت ہی رسول کریمؐ کی اولاد ہونے کے باعث تھی، عیسائی ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گندی سے گندی

گالیاں دیتے ہیں اور لکھو کھا انسان عیسائی ہو چکے ہیں۔ مگر خدا تعالیٰ کو کوئی حمایت اسلام کا خیال نہ پیدا ہؤا۔ مسلمانوں کا ایک یہ خیال کہ حضرت عیسٰی زندہ ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے یہی ایک ایسا خیال ہے جو اسلام کو عیسائیت کے مقابلہ میں ٹھہرنے نہیں دے سکتا اور کوئی مسلمان واعظ عیسائیوں کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ جب وہ یہ کہتے ہیں کہ ہمارا عیسٰیؑ زندہ ہے اور محمدؐ فوت ہو گئے اس وقت مسلمانوں کی زبانیں بند ہو جاتی ہیں۔ مگر حضرت مرزا صاحبؑ نے ایسے وقت میں اسلام کی یہ خدمت کی اور اپنے شاگردوں کو ایسا تیار کیا کہ ان کے آگے سے پادری اس طرح بھاگتے ہیں جس طرح لاحول سے شیطان۔ عیسائیوں کے مقابلہ میں ہمارا ایک لڑکا چلا جائے تو پادری گھبرا کر وہاں سے چلے جاتے ہیں۔

احمدیت کا اثر

مَیں نے ایک دوست کو عربی کی تکمیل تعلیم کے لئے مصر بھیجا تھا۔ وہاں ایک مُسلمان قریب تھا کہ عیسائی ہو جائے۔ وہ ان کو ملا اُنھوں نے اس کو وفاتِ مسیح کا مسئلہ سمجھایا۔ پھر وہ پادری کے پاس گیا اور گفتگو کی۔ وہ پادری بے اختیار بول اُٹھا اَنْتَ مِنَ الْقَادِیَانِ اور گفتگو کرنے سے انکار کر دیا۔ دیکھو یا تو وہ وقت تھا کہ یورپ امریکہ سے لوگ ہمارے ملک میں عیسائی بنانے کے لئے آتے تھے یا اب ہمارے مبلغ ان ممالک میں اسلام کی تبلیغ کر رہے ہیں۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دُنیا کا نقشہ ہی بدل دیا کہ یا تو مسلمانوں کو پادریوں کے آگے چھپنے کے لئے جگہ نہ ملتی تھی۔ یا اب پادریوں کے لئے چھپنے کی جگہ نہیں یہاں تلوار نہیں طاقت نہیں محض خدا کی تائید ہے جو اپنا کام کر رہی ہے۔ اب یورپ میں اس قسم کے لوگ پیدا ہو گئے ہیں۔ جو لکھتے ہیں کہ ہم نہیں سوتے جب تک کہ حضرت مرزا صاحبؑ پر درود نہ بھیج لیں اور سینکڑوں انسان عیسائیت سے نکل کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا کلمہ پڑھنے لگ گئے ہیں۔

حضرت مرزا صاحبؑ نے پیشگوئی فرمائی ہے کہ اب اسلام کی ترقی آپ کے ذریعہ دُنیا میں ہوگی اور باقی مذاہب آہستہ آہستہ مٹا کر اسلام ہی قائم کیا جائے گا۔ اب ہم اس کے آثار دیکھ رہے ہیں۔ مَیں نے حج کے دنوں میں (بحالت رؤیا) آسمان پر ستاروں سے لکھا ہوا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ دیکھا تھا۔ تب مَیں نے اسی حالت میں اپنے نانا صاحب کو کہ وہ بھی میرے ہمراہ حج میں تھے کہا کہ وہ دیکھو اور پھر کہا آنے والے آئیں گے۔ پس یہ خدا کے وعدے پورے ہو رہے ہیں۔

اگر حضرت مرزا صاحب جھوٹے ہیں تو اسلام کی صداقت کی کوئی دلیل نہیں !

اگر حضرت مرزا صاحبؑ جھوٹے ہیں تو مسلمانوں کے پاس اسلام کی صداقت کی کوئی دلیل نہیں۔ لوگ ان کو دجّال اور جھوٹا وغیرہ ناموں سے یاد کرتے ہیں مگر وہ نہیں خیال کرتے کہ اگر آپ اسلام کے دشمن ہوتے تو آپ اسلام کی تائید میں سینہ سپر کیوں ہوتے اور اسلام کے دشمنوں سے جنگ کیوں کرتے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اعتراض کیا گیا کہ یہ شیطان کی پرستش کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ مَیں تو شیطان کے خلاف وعظ کہتا ہوں کیا شیطان پرست بھی شیطان کے خلاف وعظ کہہ سکتا ہے پس اسی طرح جو لوگ حضرت مرزا صاحبؑ کو اسلام کا دشمن کہتے ہیں وہ اتنا تو سوچیں کہ کیا کوئی دشمن کی خدمت کے لئے اتنی کوشش کیا کرتا ہے۔

حضرت مرزا صاحب سے خدا کا وعدہ

پس حضرت مرزا صاحب کے معاملہ میں لوگوں کو غور اور فکر سے کام لینا چاہئے اور سوچنا چاہئے کہ وہ کیا کر رہے ہیں حضرت مرزا صاحب کو خدا تعالیٰ نے وعدہ دیا ہے کہ آپ کے ذریعہ اسلام کے انوار اب دوبارہ دُنیا میں پھیلیں گے۔ ایک وقت میں آپ اکیلے تھے۔ مگر آج کئی لاکھ کی جماعت آپ کے کام کو دُنیا میں جاری کرنے کے لئے سر توڑ کوشش کر رہی ہے اور وہ دن قریب ہیں جو دُنیا میں آپ ہی کی جماعت نظر آئے گی۔ لوگ مخالفت کرتے رہیں آپ کو جسقدر بُرے ناموں سے یاد کر سکتے ہیں کریں مگر ان کی تمام مخالفتیں بے اثر ہونگی اور خدا حضرت مرزا صاحب کو تمام دُنیا میں عزت اور غلبہ دیگا۔ خدا نے حضرت مرزا صاحب کو فرمایا کہ دُنیا میں ایک نبی آیا پر دُنیا نے اُس کو قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دیگا۔★ لوگ تو شب و روز آپ کو جھوٹا کہنے میں مصروف ہیں۔ مگر خدا اپنے زور آور حملوں سے آپ کی سچائی دُنیا کے کناروں تک پھیلا رہا ہے۔

پس آج مسلمانوں کے پاس اسلام کی صداقت کا اگر ثبوت ہے تو حضرت مرزا صاحب کا وجود ہے، کیونکہ آپ بھی ادنیٰ حالت سے خدا کے وعدے کے مطابق بلند کئے جا رہے ہیں۔ اگر لوگ آپ کو ماننے کے لئے تیار نہیں تو ان کے پاس اسلام کی صداقت کا بھی کوئی ثبوت نہیں۔ وہ یا تو آپ کو قبول کریں یا اگر آپ کو چھوڑتے ہیں تو ان کو اسلام بھی چھوڑنا پڑیگا۔ کیونکہ صداقتِ اسلام کی جو دلیل تھی وہ ان کے پاس نہیں بلکہ حضرت مرزا صاحب کے ذریعے نظر آ رہی ہے۔

★ تذکرہ صفحہ ۱۰۴ ایڈیشن چہارم

دنیا کی حالت

دُنیا میں تغیرات آ رہے ہیں جنگوں نے دُنیا کو بے حال کر رکھا ہے اور زلزلوں نے زیر و زبر کر دیا ہے۔ بیماریاں ہلاکت کے ہاتھ پھیلا رہی ہیں اور یہ عذاب دُنیا کا پیچھا نہیں چھوڑیں گے جب تک دُنیا اصلاح کی طرف نہیں آئیگی۔ غور تو کرو کہ خدا رحمٰن و رحیم ہے۔ پھر وہ کیوں اس قدر پُردرد عذاب دُنیا پر بھیج رہا ہے۔ اگر دُنیا کی حالت اچھی ہو تو خدا کیوں اس کو بھٹی میں ڈالے۔ وجہ یہی ہے کہ لوگ خُدا کے مأمور نبی کا انکار کر رہے ہیں اور اب تک کر رہے ہیں۔ معمولی بادشاہ یا لیڈر کا حکم ٹالا جائے تو لوگ نقصان اُٹھاتے ہیں۔ پھر جب خدا کے ایک مأمور کی ہتک ہو اور خدا کی نافرمانی ہو پھر دُنیا کیسے امن میں رہ سکتی ہے۔ دُنیا آج جن عذابوں میں مبتلا ہے۔ آج سے چالیس سال پہلے ان عذابوں کا نام و نشان نہ تھا۔ لیکن آج ایسے عذاب آ رہے ہیں کہ لوگ حیران ہیں۔ ایک بزرگ کا قول ہے وہ کہتے ہیں کہ جب میرا گھوڑا اَڑتا ہے تو مَیں سمجھ لیتا ہوں کہ مَیں نے خدا کی نافرمانی کی۔ کیونکہ اگر مَیں اپنے رب کی نافرمانی نہ کرتا تو میرا جانور میری نافرمانی نہ کرتا۔ لیکن آج لوگ اسقدر نفس پرستیوں میں غرق ہیں اسقدر خدا ان کو بھُولا ہوا ہے کہ وہ اپنے گھوڑے کے اَڑنے سے نصیحت کیا لیتے خود اُن پر عذاب کے ہزاروں کوڑے پڑ رہے ہیں۔ مگر پھر بھی وہ نصیحت حاصل نہیں کرتے۔ کیا لوگوں کے دل مر گئے۔ کیا ان کے کان میں کسی دردمند کی نصیحت کی آواز نہیں جاتی اور دل پر اثر نہیں کرتی۔

نصیحت

میں آپ کو دردمند دل کیساتھ اور خیر خواہ قلب کے ساتھ نصیحت کرتا ہوں کہ اپنے ایمان کی فکر کرو اور اپنی حالت پر غور کرو اپنے اعمال سے اسلام کی ہتک نہ کرو اور اس کو جھُوٹا ثابت نہ کرو۔ ذرا اپنی اصلاح کرو۔ خدا کی نشانیوں کو غور سے دیکھو۔ اسلام کے لئے شرم کا موجب نہ بنو۔ بلکہ فخر کا موجب بنو اور اپنی اصلاح کی فکر کرو۔

اللہ تعالیٰ آپ کو سمجھ دیوے۔ اسلام سچّا ہے اس کی سچائی دُنیا میں پھیلے گی۔ خدا سے توفیق چاہو اور اسلام کی صداقت ثابت کرنے کا موجب بنو۔ ورنہ یاد رکھو تم اپنی موجودہ حالت میں اسلام کو جھُوٹا ثابت کر رہے ہو۔ اس سے ثابت ہے کہ اسلام تم میں نہیں ورنہ کوئی وجہ نہ تھی کہ اسلام تمہیں بلند نہ کرتا۔ تم اسلام کو مانتے ہو تو سوچ سمجھ کر مانو اور ہر ایک مذہب والے کو بھی میں یہی نصیحت کرتا ہوں کہ وہ غور کرے کہ وہ اپنے مذہب کا پابند ہے تو کیوں ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ سب لوگوں کو حق کے قبول کرنے کی توفیق دے۔ آمین

(الفضل ۹ رمئی ۱۹۲۱ء)